جناب محمد یونس میئو صاحب

افغانستان میں طالبان کا جہاد اور حکومت

یہ ان دنوں کا ذکر ہے جب طالبان نے کابل فتح کرکے دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ خدا کی قدرت دیکھیئے ذرائع ابلاغ کی ساری دنیا مٹھی بھر بوریا نشینوں کو اہمیت دینے پر مجبور ہوگئی ہے۔ اپنے اپنے کام سے فراغت حاصل کرکے دوست گپ شپ کے موڈ میں تھے۔ سامنے اخباروں کا ڈھیر لگا ہوا تھا جو افغانستان کی فتوحات کی خبروں سے مزین تھے۔ اچانک ایک دوست نے سوال کردیا۔ یہ طالبان ہیں کون؟ یہ وہ سوال تھا جو ان دنوں ہر خاص وعام کو درپیش تھا۔ اب جبکہ طالبان افغانستان کے بیشتر علاقہ جات پر قبضہ کرنے کے بعد شمال میں روس نواز دوستم کی باقیات سے برسرپیکار ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ طالبان کون ہیں؟ کہاں سے نازل ہوئے ہیں؟ اور کیا چاہتے ہیں؟۔ شائد ہی کوئی دن ایسا ہوتا ہے جس دن بی بی سی طالبان اور افغانستان کی کوئی خبر نشر کرتا، علاوہ ازیں اخبارات، دینی رسائل وجرائد خاص طور پر ماہنامہ "الحق" کے خصوصی شمارے، الفاروق کے مضامین، سفرنامے، تجزیئے، رپورٹس اور مولانا سمیع الحق کے بیانات اور پی ٹی وی کو خصوصی انٹرویوز سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہے کہ طالبان راسخ العقیدہ سنی مسلمان ہیں۔ یہ بات سیاسی اور علمی طور پر انکشاف نہیں ہے۔ افغانستان میں روسی استعمار کے خلاف جہاد میں علماء دیوبند خصوصاً علماء اکوڑہ خٹک کا جہادی کردار دنیائے اسلام کیلئے مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن بعض ملتوں اور ناعاقبت اندیش طبقوں نے نہ جانے کیوں اس اسلامی انقلاب کو تشویش کی نگاہ سے دیکھا۔ چنانچہ ان لوگوں نے مغربی میڈیا پریس وغیرہ کی تقلید میں مقامی سطح پر طالبان کے خلاف ایک پروپیگنڈہ مہم شروع کی جو بعض حلقوں میں ابھی تک جاری ہے۔ ہمارے قومی اخباروں نے طالبان کی اسلام پسندی پر شک وشبہ کا اظہار کیا حتیٰ کہ "نوائے وقت" جیسے سنجیدہ اخبار نے بھی اپنے اداریہ میں لکھا کہ "نہ جانے یہ طالبان کونسا اسلام نافذ کررہے ہیں" حال ہی میں ایک جہاں دیدہ اسلامی رہنما کا یہ بیان "وہ طالبان کے تصور اسلام سے متفق نہیں" خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ عام طور پر اس تنقید کی بنیاد دو چیزوں دکھائی دیتی ہے۔

ایک یہ کہ "طالبان بنیاد پرست ہیں" اور دوسرے یہ کہ اب افغانستان میں اقتدار کی جنگ ہورہی ہے۔ یہ کرسی کی لڑائی ہے۔ چونکہ محاربین (BELLIGERENTS) مسلمان ہیں۔

دونوں طرف سے نقصان مسلمان کا ہورہا ہے۔ اس لیے یہ جہاد نہیں ہے بلکہ خون ریزی اور قتل وغارت ہے۔ بعض لوگ اس جنگ وجدل کو افغانوں کی فطرت ثانیہ بھی کہہ رہے ہیں۔ نیز یہ کہ ان حالات میں پاکستان اور عالم اسلام کو خاص طور پر طالبان کی سیاسی واخلاقی امداد سے کنارہ کشی اختیار کرلینی چاہیئے۔ مبادا امریکہ پاکستان کو دہشت گرد ملک قرار دے دے۔ بعض شامت اعمال کے بارے میں لوگوں کا یہ اندیشہ ہے کہ افغانستان میں استحکام کے بعد کہیں طالبان پاکستان کا رخ نہ کرلیں۔ یہی بدگمانی مشرقی وسطیٰ کی نوآزاد شدہ ریاستوں کو بھی ہے۔ ایک مخصوص طبقہ نے تو طالبان تحریک کے ڈانڈے امریکہ بہادر سے جاملائے۔ لیکن یہ بات درایتہً ساقط الاعتبار ہے اور داخلی وخارجی حالات اس امر محال کی تصدیق نہیں کرتے۔ افغانستان میں اقوام متحدہ (U.N.O) کی بے بسی وبے چارگی، طالبان کی مغربی تہذیب کی خلاف اسلامی سرگرمیاں، امریکہ کے اتحادی فرانس کے دوسفارت کاروں کی گرفتاری، یورپ کے سنگین مجرم "اسامہ بن لادن" کو امریکہ کے حوالہ کرنے سے انکار جیسے جرات آزما اقدام یہ ثابت کرتے ہیں کہ حکومت افغانستان اب امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے سیاسی فریب میں نہیں آئے گی۔ تازہ ترین صورت حال نے یہ بات واضح کردی ہے کہ طالبان کسی بیرونی طاقت کے آلہ کار نہیں بلکہ تحریک نظام "خلافت راشدہ" کی علمبردار ہے۔

ہاں دوستوں کا یہ کہنا بجا ہے کہ طالبان بنیاد پرست ہیں لیکن اس میں گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ جب ہم مسلمان ہیں تو بنیاد پرستی میں کیا برائی ہے۔ ہر وہ شخص جو اسلام کے بنیادی عقائد توحید، رسالت، آخرت وغیرہ پر ایمان رکھتا ہے اور نماز، روزہ، جہاد کے فرائض ادا کرتا ہے بنیاد پرست ہی تو ہے اگر مسلمان طالبان کے ذریعے سے راہ راست پر آرہے ہیں تو بڑی خوشی کی بات ہے کیا آپ نہیں چاہتے کہ تحریک اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا پیغام بن کر ابھرے۔

"بنیاد پرستی" دراصل اسلام دشمن طاقتوں کی پرفریب اصطلاح ہے جسے انہوں نے بڑی مہارت سے ایک فکری ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے۔

کیا یورپ کے عیسائی اور امریکہ خود بنیاد پرست نہیں ہے؟ کیا اسرائیل سے بڑھ کر بھی کوئی بنیاد پرست ہے دنیا میں؟ کیا امریکہ نے اسرائیل کی حمایت میں عربوں کے خلاف ویٹو کا حق استعمال کرکے بارہا بنیادی پرستی کا ثبوت نہیں دیا۔ عیسائی اور یہودی اپنے مذاہب اور روایات میں بنیاد پرست ہوسکتے ہیں لیکن مسلمان نہیں۔ کیا انصاف ہے؟

ہم آہ بھی بھرتے ہیں تو ہوجاتے ہیں بدنام ۔۔۔ وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

بنیادی پرستی کا یہ طعنہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی بینا آدمی اپنے دانا دوستوں سے نصف النہار کے وقت یہ کہتا ہے کہ دیکھو سورج نکل ہوا ہے ایسی حالت میں ان خیر خواہ دوستوں سورج پر حیرت کا اظہار کرنے کے بجائے اپنے دوست کی دماغی حالت کی فکر کرنا چاہیے۔

دوسری بات جس پر عوام الناس میں تھوڑی دیر کے لئے پریشان ہوجاتے ہیں کہ کیا طالبان بھی کرسی کی جنگ لڑرہے ہیں؟ مسلمانوں کی مسلمانوں کے خلاف جنگ جہاد کیسے ہوسکتی ہے۔ یہاں بھی جو لوگ اسلام کے فلسفہ جہاد سے آگاہ ہیں اور افغانستان کے اسلامی مستقبل سے مایوس ہوجاتے، آئندہ سطور پر راقم الحروف اسی علمی مغالطہ کا جائزہ لینے کی کوشش کرتا ہے۔ شاید یہ خامہ فرسائی کسی کے کچھ نام آجائے۔ میں اپنی مصروفیات کو دومراحل میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں فیصلہ آپ خود فرمائیں۔ اول یہ کہ اسلام نے جہاد کے جو اغراض ومقاصد بیان کیے ہیں کیا وہ روس کے افغانستان سے جانے کے بعد پورے ہوگئے تھے؟ کم از کم طالبان سے پہلی حکومتوں نے ان مقاصد کے حصول کی طرف کچھ پیش رفت ہی کی ہو۔ دوسرے یہ کہ کیا جہاد صرف کافروں سے ہوتا ہے؟ کیا کوئی ایسی صورت نہیں کہ مسلمانوں میں قتال ناگزیر ہو جائے۔ نیز ایسی صورت میں آپ کس فریق کو حق بجانب کہیں گے۔ ظاہر ہے وہی گروہ راہ راست پر ہوگا جس کے پیش نظر جہاد کے اسلامی مقاصد ہوں گے۔

مورخین کے اندازے کے مطابق گذشتہ پانچ ہزار سال (۵۰ صدیاں) کے دوران دنیا میں ۱۴۵۰۰ جنگیں لڑی جا چکیں ہیں، جن میں تقریباً چار بلین (BILIAN) جانیں ضائع ہوئیں۔ بیسویں صدی کی ہوفناک لڑائیاں، جنگ عظیم اول اور دوم میں ۶۰ ملین (MILIAN) سے زائد انسان ہلاک اور ۱۱۰ ملین ناکارہ ہوگئے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ان جنگوں کی بنیاد مذہبی تعصب، استعمار پسندی حرص ملک گیری اور شہرت وناموری کے سوا کچھ اور نہ تھی۔ یہ امتیاز صرف اسلام کو حاصل ہے کہ وہ جب کبھی اور جن حالات میں بھی جنگ (جہاد) کی اجازت دیتا ہے اس کا مقصد شرک مٹانا، توحید کو بلند کرنا اور دین حق کی حمایت ونصرت کرنا اور انسانوں کی حکومت کو مٹا کر خدا کی حکومت قائم کرنا ہوتا ہے۔ اسلام نفس کے لیے، قبیلہ کے لیے، حلقہ اثر کی توسیع کے لیے، آزادی تجارت کے لیے آزادی سمندر کے لیے، ٹھنڈے وگرم پانیوں کی تلاش کے لیے، نوآبادیوں کی آباد کاری اور ان کے تحفظ کے لیے اور برآمدکی منڈیوں کو قائم کرنے کے لئے خون بہانے کی اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ مخصوص حالات اور پاکیزہ مقاصد کی خاطر جان کی بازی لگانے کی تعلیم دیتا ہے۔ مثلاً اسلام ان

لوگوں سے جہاد کی اجازت دتیا ہے جو ظلم وزیادتی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

" وقاتلوفی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم " (البقرہ ۱۹۰)

" اور اللہ کے راستے میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں "

دوسری جگہ ارشاد ہوا۔ " اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا " (الحج ۳۹۰) (ان لوگوں کو جہاد کی اجازت دی گئی جن پر ظلم کیا گیا)۔ اسلام کمزوروں ، بوڑھوں ، عورتوں اور بچوں کی حمایت میں تلوار اٹھانے کی تلقین کرتا ہے۔ " ومالکم لاتقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان ...... من لدنک نصیراً " (سورہ النساء ۷۵)

پھر وہ لوگ جو بار بار عہد شکنی کر کے نقص امن کا باعث بنتے ہیں ان سے تقال کا حکم ہے۔ چونکہ ان تمام صورتوں میں بنیادی غرض قیام امن ہے ، اس لیے جہاد اس وقت جاری رہیگا جب تک ملک میں امن اور عدل وانصاف کی فضاء قائم نہ ہوجائے۔

وقاتلوہم حتی لاتکون فتنہ ویکون الدین للہ ۔ (البقرہ ۱۹۳)

" اور تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہوجائے۔"

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا افغانستان کے سابقہ حکمران (موجودہ طالبان مخالف اتحاد) ملک میں امن وامان قائم کرسکے۔ ملک کی تعمیر نو کی طرف توجہ دی گئی۔ حالات گواہ ہیں ایسا نہیں ہوسکا جس کی سب سے بڑی دلیل عوام کا ان کے خلاف ازسرنو اٹھ کھڑا ہونا تھا ، یہ حکومتیں غیردل کے زیر اثر رہیں اس لیے جہاد کے متوقع ثمرات ضائع ہونا شروع ہوئے۔ حکمران جشن فتح مناتے رہے ، عوام میں عدم تحفظ کا احساس بڑھتا گیا۔ شاہراہیں غیر محفوظ رہیں ، قتل وغارت کا بازار گرم رہا ، عدالتیں فوری اور سستا انصاف مہیا نہ کرسکیں۔ تعلیمی اداروں میں سوشلیسٹ روس کے اثرات جوں کے توں رہے ، عوام جنہوں نے جہاد افغانستان میں بے مثل قربانیاں دیں یہ سب کچھ برداشت نہ کرسکے۔ اور اسلام پسند طاقتیں وحدت طالبان کی شکل ایک بار پھر میدان جہاد میں اتر آئیں ان کے مقاصد نیک اور اجتماعی تھے۔ یہ لوگ جذبے خلوص اور ایمان ویقین سے مسلح آگے بڑھے اور دیکھتے دیکھتے ملک کے ۲۵ صوبوں پر قابض ہوگئے۔ جن لوگوں کو طالبان کی افغانستان جانے اور حالات کا تجزیہ کرنے کی توفیق ہوئی وہ جانتے ہیں کہ طالبان کے زیر حکومت علاقوں میں مکمل امن قائم ہوچکا ہے۔ اور خلافت راشدہ کی طرز تشکیل حکومت کاکام جاری ہے۔ جو لوگ ہماری بات کا یقین نہ کرنا چاہیں وہ بی بی سی اور انٹرنیشنل میڈیا کے تبصرہ اور رپورٹیں ملاحظہ فرمالیں ، اور اگر پھر

بھی تسلی نہ ہو تو طالبان کی طرف سے " صلائے عام ہے یاران نکتہ دان کے لیے " وہاں جائیں اور حکومت کابل کا تنقیدی جائزہ لیں ۔ اب صورتحال یہ ہے کہ طالبان تقریباً پورے افغانستان میں اپنے قدم جما چکے ہیں ۔ جنرل مالک اور احمد شاہ مسعود وغیرہ کی سیاسی وقانونی حیثیت اب سلطنت کے باغیوں کی سی ہے ۔ مزار شریف ، شمالی علاقوں میں مزاحمت اور احمد شاہ کے اکادکا حملے دم توڑتے ہوئے چراغ سحری کی مانند ہیں ۔ اور اگر یہ جنگ طول بھی پکڑتی ہے تو بھی انشاء اللہ طالبان کے حوصلے اس عارضی جنگی بحران سے پست نہیں ہوں گے ۔ لڑائی میں ایسا ہوتا ہے پھر اللہ کا سپاہی تو فتح وشکست سے بے نیاز ہوتا ہے ۔

شہادت ہے مطلوب ومقصود مومن　　　نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

یہ بات لائق توجہ ہے کہ افغانستان میں وسیع البنیاد حکومت امن کی ضمانت نہیں ہوسکتی ۔ امن کی صرف ایک صورت ہے کہ طالبان مختلف الخیال ٹروپس (TROOPS) کو غیر مشروط طور پر غیر مسلح کرتے چلے جائیں ۔ اور مفتوحہ علاقوں میں شرعی عدالتوں کے قیام پر زور دیں ۔ یہ بات تو دنیا غلط کہتی ہے کہ کابل ان لوگوں کو شریک اقتدار کرے جن کو روس اور بھارت کی اشیرباد حاصل ہے ۔ جب وہ سیاہ وسفید کی مالک تھے تب امن نہیں ہوا تو اب دوبارہ امن کا دعوی کیسی منطق ہے ؟ آپ جانتے ہیں کہ یہ بات ریکارڈ ہے کہ قیام پاکستان سے ابتک تمام افغان حکومتیں پاکستان کی خلاف سازشوں میں مصروف رہیں ۔ روس اور بھارت کے زیر اثر پختونستان کا فتنہ برپا کرنی کی کوشش ہوتی رہی ، پاکستانی سفارت خانوں پر حملے ہوئے ، سبز ھلالی پرچم کی بار بار بے حرمتی ہوتی رہی یاد رہے اگر خدا نخواستہ طالبان اپنے مشن میں ناکام ہوگئے تو افغانستان میں بلاواسطہ روس اور بھارت کا اقتدار قائم ہوگا اور یہ پاکستان کے لیے دوسرا کشمیر ثابت ہوگا ۔

پاکستان نے حالات کی اس نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے طالبان کو تسلیم کرلیا ہے ۔ کیونکہ صرف طالبان ہی سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ پاکستان دوستی دم بھریں گے ۔ یہ نہ صرف پاکستان بلکہ افغانستان کے سیاسی ومعاشی استحکام کے لیے بھی اشد ضروری ہے ۔ ہماری بحث کا ایک حصہ ابھی تشنہ ہے کہ کیا کوئی صورت ایسی بھی ہوسکتی ہے کہ باہم مسلمانوں کی لڑائی کو جہاد کہا جاسکے ۔ اس سلسلے میں حجت تو علماء کے فتویٰ ہی ہوسکتے ہیں تاہم راقم الحروف کا خیال یہ ہے کہ جب مسلمانوں کا کوئی گروہ کافروں کا آلہ کار بن جائے اور ان کے مفادات اور حقوق کا جانے انجانے میں تحفظ کرنے لگے اور اپنوں کے مقاصد میں غیروں کی ڈھال بن جائے تو قیام امن اور امت مسلمہ

کے حق میں ایسے مسلمانوں سے جہاد جاری ہے۔ فرض کریں کہ بھارت پاکستان سے جنگ کے دوران وہاں کے مسلمانوں کو آگے کریدتا ہے تو کیا مسلمان ہونے کے ناطے پاکستانی فوج اپنے ہتھیار روک لے گی نہیں بلکہ چاروناچار اسے ان مسلمانوں کی لاشوں سے گزر سے بزدل دشمن تک پہنچا ہوگا۔ تاریخ میں ایسی مثالیں موجود ہیں۔ خلیفہ اول کے زمانے میں بعض لوگون نے اسلام کے بعض احکام سے روگردانی کرنی چاہیئے تو بعض صحابہ کرامؓ نے نرمی کا مشورہ دیا لیکن صدیق اکبر نے ان کے خلاف قتال کا حکم دیا۔ اسلامی حکومتوں کے خلاف مسلمان امرا کی بغاوتیں اور پھر ان کا فرد کرنا اسی ذیل کی جنگیں تھی۔ نورالدین زنگی اور سلطان صلاح الدین ایوبی کی بیشتر طاقت اپنے ان مسلمان بھائیوں کی تادیب پر صرف ہوتی رہی جو یورپ کے عیسائیوں کے آلہ کار بن چکے تھے۔ اسی طرح سلطان ٹیپو شہید ایک عرصہ تک نظام دکن کے خلاف جنگ کرتا رہا۔ اب کون ہے جو ایوبی ،زنگی اور ٹیپو کے جہاد پر شک کرے گا۔ آج افغانستان میں بھی یہی صورتحال ہے۔ وہاں روس اور بھارت کی مداخلت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ ان حالات میں آپ خود فرمائیں کہ طالبان کا وجود افغانستان میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے کس قدر ضروری ہے۔ یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ طالبان ہی وہ قوت ہے جو کبھی تاڑے وقت میں پاکستان کے کاندھے سے کاندھے ملاکر بھارت کا مقابلہ کرے گی۔ یہ پاکستان کی طرف سے کشمیریوں کے حق میں افغان قوم پر قرض ہے ،لیکن اس سے پہلے اللہ کرے طالبان کو افغانستان میں مکمل فتح حاصل ہو اور پھر اس کے بعد انتہائی کٹھن ذمہ داریاں احسن طریق سے پورا کریں۔ بات صرف تمام ملک کی تسخیر پر ختم نہیں ہوگی بلکہ اصل کام تو اس کے بعد شروع ہوگا۔ ملک فتح کرنا تو کوئی بڑا کام نہیں ہے۔ چنگیز خان ، ہلاکوخان اور سکندراعظم وغیرہ نے بہت سی ملک فتح کیے لیکن ان کی فتوحات کے نشانات ان کی موت سے بھی پہلے مٹ گئے۔

طالبان حکومت کی اصل کامیابی افغانستان میں مقاصد جہاد کا حاصل کرنا ہے اور وہ ہمیں نفاذشریعت اور امن وامان وغیرہ اس ضمن میں طالبان کو طویل المعیاد منصوبوں اور روایت کانفرسوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے درج ذیل امور پر اپنی توجہ مرکوزکرنی چاہئیے۔

۱). سب سے پہلے اپنے جغرافیائی دفاع کو مضبوط کیا جائے۔

۲). طالبان کو اپنی نظرثانی سرحدوں پر جاگتے رہنا ہوگا۔

۳). آزاد اسلامی عدالتوں کا قیام انصاف کا فوری اور سستا نظام قائم کرنا اور شرعی حدود وتعزیرات کا فوری نفاذ عمل میں لانا۔

۴). تباہ حال افغانستان کی تعمیر نو ایک بہت بڑا چیلنج ہے جس کے لیے حکومت کو بڑی سیاسی بصرت درکار ہوگی۔

۵). سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے لیے اسلامی وشرعی نصاب کی تیاری اور نفاذ، خصوصاً قوانین کے لیے اداروں کا قیام بہت ضروری ہے۔

۶). عالمی سطح پر پائی جانے والی گمانیوں کا ازالہ کرنا بھی حکومت کے فرائض میں شامل ہونا چاہئیے

۷). امیرالمومنین اور جملہ ارکان حکومت کو عام شہری کی زندگی بسر کرنا ہوگی، یہ ایسا چلن ہے جو طالبان کو متحدر کھنے کے لیے اشد ضروری ہے۔

۸). مغربی جمہوریت کی بجائے زندگی کے ہر شعبہ میں نظام "خلافت راشدہ" سے رہنمائی حاصل کی جائے۔

۹). حکومت کابل کو پاکستان سمیت ان تمام ممالک کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہئیے جنہوں نے جہاد افغانستان کے دوران افغان مہاجرین کی اپنے محدود وسائل کے باوجود مناسب حد تک دیکھ بھال کی، نیز ان مہاجرین کی واپسی اور بحالی کا فوری انتظام کیا جائے۔ تاکہ یہ لوگ بھی اپنے وطن کی تعمیر وترقی میں اپنا حصہ ادا کرسکیں۔

۱۰). جملہ امور سلطنت چلانے کیلئے علماء کی ایک مشاورتی کونسل (سپریم کورٹ) تشکیل دیجائے۔

خدا کرے کہ افغانستان کی نئی حکومت امت مسلمہ کی امیدوں پر پورا اترے اور ایشیاء میں اقوام مشرق کے لئے اس کا قیام باعث فخر ومباہات ہو۔ آخر میں علامہ اقبال کے دوشعر طالبان کی نذر، جو شاعر مشرق نے اسلام دوستی کے جذبہ میں ایک ترکی رہنما کے لیے کہے تھے۔ میرے خیال میں آج ان کا جائزہ مصداق افواج طالبان ہی ہیں۔

ستارے جس کی گرد راہ ہوں، وہ کارواں تو ہے
ہرے ہے چرخ نیلی نام سے منزل مسلماں کی

کہ اقوام زمین ایشیاء کا پاسباں تو ہے
یہ نکتہ سرگزشت ملت بیضا سے ہے پیدا

---

* بقیہ صـ 45 سے

اشرف علی صاحب دارالعلوم دیوبند میں تحصیل علم کے لیے تشریف لائے تو اس زمانے کے بیشتر فتاوے مولانا محمد یعقوب (مفتی مدرسہ دیوبند) نے آپ سے لکھوائے، ان کی نقول مولانا اشرف علی اہتمام کے ساتھ رکھیں۔ چنانچہ بعد میں یہ فتوے اور دیگر فتاوے "امداد الفتاویٰ" کے نام سے شائع ہوئے اس کے عمیع حصے تھے۔ حصہ اول ۱۳۱۰ھ کے فتوے حصہ دوم میں ۱۳۱۰ھ سے ۱۳۱۴ھ تک کے فتوے (بزمانہ قیام کانپور) اور تیسرے حصے میں ۱۳۱۵ھ کے بعد کے فتوے (بزمانہ قیام تھانہ بھون) لکھے گئے، اس حصے کے بیشتر فتووں میں مولانا رشید احمد گنگوہی سے مراجعت کی گئی ہے۔ فتاویٰ السنۃ، مطبوعہ بریلوی ۱۳۱۴ھ۔